مشفق خواجہ*

شاہ قدرت اللہ قدرت

(۱)

میر تقی میر[۱]، گردیزی اور صبا نے ان کا نام ''قدرت اللہ'' لکھا ہے ۔ شفیق اور میر حسن نے ''میر قدرت اللہ'' اور باقی تمام تذکرہ نگاروں نے ''شاہ قدرت اللہ'' لکھا ہے ۔ قائم نے ترجمۂ قدرت میں نام کی آخر الذکر صورت درج کی ہے ، لیکن ترجمہ مائل (میر محمدی) میں جہاں ضمنی طور پر قدرت کا ذکر آیا ہے ، وہاں نام کے آخر میں ''خان'' کا اضافہ کر دیا ہے جو درست نہیں ۔ قدرت کا نسبی یا خطابی طور پر خان ہونا کسی مآخذ سے ثابت نہیں ہوتا ۔ ذکا ، سرور ، قاسم اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے ترجمۂ قدرت دو دو مرتبہ لکھا ہے ۔ جن میں ایک جگہ انھیں ''شاہ'' اور دوسری جگہ ''شیخ'' لکھا گیا ہے ۔

قدرت جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا ، خاندانی طور پر ''شیخ'' تھے اور درویشی و بزرگی کی وجہ سے ''شاہ'' کہلاتے تھے ۔ انھیں ''شاہ قدرت اللہ'' ہی کے نام سے شہرت حاصل ہوئی ۔ ''شیخ'' بطور جزو اسم بہت کم استعمال ہوا ہے ۔ شفیق اور میر حسن کا انھیں ''میر'' لکھنا ، اور بعد میں عشقی کا انھیں ''از سادات کرام'' بتانا درست نہیں ہے ۔ شفیق نے ترجمۂ قدرت لکھتے ہوئے گردیزی سے استفادہ کیا ہے اور اس کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ لیکن گردیزی نے انھیں ''میر'' نہیں لکھا ۔ شفیق نے یہ اضافہ از خود کر لیا ہے ۔

قدرت ، شیخ عبدالعزیز شکر بار کی اولاد میں سے تھے ، اس لیے ان کا سادات میں سے ہونا خارج از بحث ہے ۔ شفیق اور میر حسن کو یہ غلط فہمی شاید اس لیے ہوئی کہ قدرت کا تعلق ، جیسا کہ آگے چل کر ذکر آئے گا ، میر شمس الدین فقیر سے بھی تھا اور اس نسبت سے انھوں نے قدرت کو بھی ''میر'' سمجھ لیا ۔

قدرت دہلی[۲] کے رہنے والے تھے ۔ (شورش ، ابوالحسن امراللہ ، علی ابراہیم خاں

---

* ۳ ڈی ۹/۲۶ ناظم کراچی

۱۔ مآخذ کے مکمل حوالے مقالے کے آخر میں ہیں ۔

۲۔ بے جگر نے صاحب طبقات سخن کے حوالے سے لکھا ہے کہ «اصلش از کشمیر است» درست نہیں ۔ اسی طرح صاحب سراپا سخن نے بھی انھیں «باشندہ موضع دیگی» لکھا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ۔

خلیل ، مبتلا ، سرور ، شاہ کمال ، شیفتہ ، خویشگی ، کریم الدین ، نساخ ، صبا ، نورالحسن ، سید علی حسن) ان کا تعلق دہلی کے ایک معروف و معزز خاندان سے تھا ۔ قائم لکھتے ہیں :

''از نبائر شیخ عبدالعزیز است کہ مزار شریف ایشان پہلوی چھتہ کوشک واقع شہر کہنہ است'' (مخزن نکات ، ص ۱۶۱)

شیخ عبدالعزیز جو شکر بار کے لقب سے مشہور تھے ، دہلی کے نامور علما و مشائخ چشت میں سے تھے ۔ صوفیہ کے متعدد تذکروں اور بعض دوسری کتابوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے ۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند لکھتے ہیں :

''شیخ عبدالعزیز دہلوی بن حسن طاہر جونپوری از مشاہیر مشائخ چشتیہ و از اکابر علمائے صوفیہ صافیہ . . . . مظہر معرفت و محبت و بعلوم شریعت و طریقت و حقیقت عالم بود و بسماع و تواجد وظیفہ داشت ۔ مرید پدر خود شیخ حسن بود ۔ ہموارہ معتکف بودی و بحاجت روائی خلایق کوشش بلیغ نمودی و در علوم ظاہریہ ہم کامل بود و تفسیر عرائس و عوارف و فصوص الحکم و شروحش بتلامذہ درس گفتی و صاحب تصانیف مشہورہ است ۔ ازان جملہ رسالہ عینیہ است کہ در مقابلہ رسالہ غیریہ شیخ امان پانی پتی نوشتہ و بسیاری از مسائل غامضہ وحدت وجود موافق کشف ارباب شہود در آنجا مذکور شدہ ملا عبدالقادر بدایونی مولف منتخب التواریخ نیز ازو بعضی کتب و رسائل تصوف استماع و استفادہ نمودہ ۔ وی . . . . در جونپور بسال ہشت صد و نودوہشت ہجری [۸۹۸ھ/۹۳-۱۴۹۲ء] متولد شدہ بعمر یک نیم سالگی ہمراہ والد خود بدہلی تشریف آوردہ تاریخ ششم جمادی الاخریٰ سنہ نہ صد و ہفتاد و پنج ہجری [۹۷۵ھ/۸ نومبر ۱۵۶۷ء] شہباز روحش باوج بقا پرواز نمود ۔ قطب طریقت نماند ، مادہ تاریخ فوتش یافتہ اند''[۱]

اس سے واضح ہے کہ قدرت کے جد امجد نویں صدی ہجری کے اختتام پر یعنی سکندر لودھی کے عہد حکومت میں جونپور سے دہلی آئے تھے[۲] ۔

۱۔ تذکرۂ علمائے ہند از رحمان علی ، نول کشور لکھنئو ، طبع دوم ۱۹۱۴ء ، ص ۲۲-۱۲۱

۱۔ اشپرنگر نے طبقات سخن کے حوالے سے لکھا ہے کہ قدرت ''فخرالدین زاہد کی اولاد میں سے اور اردو فارسی کے سب سے زیادہ مشہور پرگو شاعروں میں سے ہیں ۔ بیس ہزار شعر کا دیوان چھوڑا ہے ۔ ان کی نظم کا طرز مرزا بیدل کا ہے ۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شیخ عبدالعزیز شکر بار کی وفات (۹۷۵ھ) سے لے کر شاہ قدرت کی پیدائش (۱۱۲۵ھ) تک تقریباً ڈیڑھ سو سال کی مدت ہوتی ہے - اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شیخ موصوف اور شاہ قدرت کے درمیان پانچ یا چھ نسلوں کا فاصلہ ہے -

میر شمس الدین فقیر سے شاہ قدرت کی رشتہ داری تھی - میر حسن نے ''از متوسلان شاہ شمس الدین فقیر'' لکھ کر مبہم بات کہی ہے - ''متوسل'' کے لفظ سے قربت کا اظہار تو ہوتا ہے لیکن قرابت داری ظاہر نہیں ہوتی - علی ابراہیم خلیل نے ''از . . . . خویشان میر شمس الدین فقیر'' لکھ کر قرابت داری کا تو ذکر کیا ہے لیکن اس کی نوعیت نہیں بتائی - شورش نے انھیں فقیر کا ہمشیرہ زادہ اور ذکا نے برادر زادہ لکھا ہے - اتنے مختلف بیانات کے پیش نظر صحیح رشتے کا تعین کرنا ممکن نہیں ہے - تاہم اس قدر وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ شاہ قدرت کا فقیر سے کوئی مادری رشتہ تھا - وہ فقیر کے ماموں زاد بھائی یا بھانجے ہو سکتے ہیں - پدری رشتے کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ فقیر ''سید'' تھے اور قدرت ''شیخ'' - کریم الدین نے شاہ قدرت کو فقیر کا بیٹا لکھا ہے ، یہ صریحاً غلط ہے -

(۲)

شاہ قدرت کے والد کے بارے میں تمام مآخذ خاموش ہیں - سال پیدائش کے سلسلے میں بھی کسی تذکرہ نگار نے کچھ نہیں لکھا - قائم نے ان کے جو حالات لکھے ہیں ، ان سے شاہ قدرت کا زمانۂ پیدائش متعین کرنے میں مدد ملتی ہے - قائم لکھتے ہیں :

''در عنفوان شباب چندی خیرہ کشی کردہ بہ سودای خدا پژوہی افتادہ و با اکثری از مشائخ روزگار در خورد - اما چوں کارہا در کرد تقدیر است او را از صحبت متبرکۂ ایں طائفۂ عالیہ کشادکاری دست نداد ، آخر حال بہ خدمت شاہ عشق اللہ کہ سر دفتر قلندران زمانۂ خود بود ملاقات کرد و بہ مقتضای مناسبت مزاج در اندک مدتی کار خود را بہ انجام رسانید - بالجملہ اورا

آخر عمر میں تیغ (تبعؔ ؟) تخلص کرتے تھے (یادگار شعرا ، ص ۱۶۱) - ان میں سے کسی بات کا تعلق قدرت سے نہیں ہے - معلوم نہیں کہ یہ صاحب طبقات سخن کی غلطی ہے یا اشپرنگر کی - اس قسم کی ''معلومات'' این اوریئنٹل بائیوگرافی کل ڈکشنری'' مولفہ بیل (ص ۱۵۵) کے تتبع میں ''قاموس المشاہیر'' میں بھی ملتی ہیں - نتائج افکار . . . . یادگار ہے . . . . ۱۷۹۱ء مطابق ۱۲۵۰ھ (کذا) میں انتقال کیا - ان کے دیوان میں بیس ہزار بیت ہیں'' (دوم ، ص ۱۴۰) قدرت اللہ گوپاموی کے تذکرے کو بھی شاہ قدرت کی تصنیف بنا دیا گیا ہے !

حالتی شنگرف حاصل است کہ ہیچ گاہ افاقت گاہ ازاں متصور نیست ۔ باوضاع شتی میگزراند و بیک طور مقید نمی باشد" (مخزن نکات ، ص ۱۶۱)

اس بیان سے یہ واضح ہے کہ قائم نے جب شاہ قدرت کا حال لکھا تو وہ (قدرت) عنفوان شباب کی منزل ہی سے نہیں ، کچھ اور منزلوں سے بھی گزر چکے تھے ۔ پہلے وہ مخبوط الحواس رہے ، پھر "سودای خدا پژوہی" میں مختلف مشایخ سے ملتے رہے اور اپنے مقصد میں ناکام رہے ۔ پھر شاہ عشق اللہ سے ملے اور اپنا مقصد حاصل کیا اور آخر میں خود قلندرانہ زندگی بسر کرنے لگے ۔ ان سارے مراحل کو طے کرنے کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہے ۔ اس طویل عرصے کا تعین ہم قائم ہی کے ایک اور بیان سے کر سکتے ہیں ۔ قائم نے لکھا کہ شاہ قدرت "بر احوال فقیر شفقت ہا کند" (مخزن نکات ، ص ۱۶۱) اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ شاہ قدرت ، قائم سے عمر میں خاصے بڑے تھے ۔ قائم کا سال پیدائش ۱۱۳۵ھ کے گرد و پیش ہے (مقدمہ مخزن نکات ، ص ۱۵) اگر شاہ قدرت ، قائم سے دس سال بڑے ہوں تو ان کا سال پیدائش ۱۱۲۵ھ [۱۷۱۳ء] کے لگ بھگ قرار پائے گا ۔ اس حساب سے ، جب قائم نے ترجمہ قدرت لکھا [سال تالیف مخزن ، ۱۱۶۸ھ] تو اس وقت قدرت کی عمر ۴۳ برس کے قریب تھی ۔

شاہ قدرت کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں بھی قیاسی طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے ، چونکہ ان کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا ، اس لیے انھوں نے رواج زمانہ کے مطابق درسیات کی تکمیل کی ہوگی اور پھر بقول قائم ، علما و مشایخ سے روابط قائم کیے ۔ یہ روابط وہی شخص قائم کر سکتا ہے جو خود بھی کسی حد تک صاحب علم ہو ۔ علماء سے روابط کا مقصد چونکہ "خدا پژوہی" تھا ، اس لیے یقیناً شاہ قدرت عنفوان شباب کی منزل تک اس زمانے کے مروجہ درسی علوم میں خاصی استعداد بہم پہنچا چکے ہوں گے ۔ مشایخ سے روابط کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا اور شاہ قدرت اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے ۔ کامیابی انھیں شاہ عشق اللہ کے ذریعے حاصل ہوئی جو اپنے زمانے کے "سر دفتر قلندران" تھے ۔ ۱۱۶۸ھ (سال تالیف مخزن نکات) میں شاہ قدرت خود بھی قلندرانہ زیست کرتے تھے جس کا ذکر مخزن نکات کے مذکورہ بالا اقتباس کے آخر میں ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ شاہ قدرت ہر وقت ایک کیفیت خاص میں رہتے تھے ، وہ مختلف انداز میں زندگی بسر کرتے تھے ، اور کسی ایک حالت کے پابند نہیں تھے ۔

یہاں اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ عام طور پر قلندر سے مراد فقیروں کا وہ گروہ لیا جاتا ہے جو چار ابرو کا صفایا کرتا ہے ، عام زندگی اور معاشرے کی اخلاق اقدار اور قیود کا لحاظ بھی نہیں کرتا ، لیکن اہل تصوف "قلندر اسے کہتے

ہیں جو عام زاہدوں اور عبادت گزاروں کی رسموں اور قاعدوں کا پابند نہ ہو اور نوافل اور زیادہ عبادت گزاری اس کی عادت نہ ہو۔ صرف فرائض کو کافی سمجھتا ہو اور دنیا کا مال و اسباب بھی جمع نہ کرے۔ اسی طرح احوال باطنی میں زندہ دلی اور عبادت قلبی نہ رکھے۔"[1] قلندر تمام ظاہری قیود سے آزاد ہوتا ہے۔ بقول خواجہ عبیداللہ احرار "موانعات سے مجرد ہوکر اپنے کو گم کر دینے کا نام قلندری ہے۔"[2] شاہ قدرت کی قلندری اسی نوعیت کی ہوگی۔ اس مشرب قلندریہ کو شاہ قدرت کے خاندانی سلسلۂ تصوف میں "سلسلہ چشتیہ قلندریہ" کہتے ہیں[3]۔

شاہ قدرت کا خواجہ میر درد سے بھی تعلق رہا ہے جس کا ثبوت ذیل کے شعر میں ملتا ہے:

چاہیے قدرت رکھے وہ آہ سے چشم اثر
درد ما پیدا کرے جو پیر کامل دیکھ کر (دیوان دوم)

کوئی تعجب نہیں اگر میر اثر سے بھی قدرت کا تعلق رہا ہو کیونکہ اس شعر کے پہلے مصرعے میں ان کا ذکر (بطور رعایت لفظی سہی) بھی آیا ہے۔

شاہ قدرت کے ایک اور شعر میں بھی درد کا ذکر ملتا ہے:

نقاش زردیٔ رخ قدرت سے چاہیے
دیوان خواجہ میر کی ہر فرد کو طلا (دیوان دوم)

اس شعر میں کوئی خاص بات نہیں، تاہم یہ بات بجائے خود اہم ہے کہ شاہ قدرت کے کلام میں سوائے درد و اثر کے کسی اور کا ذکر نہیں ملتا۔ ایک اور شعر میں بھی درد و اثر کے الفاظ اس طرح استعمال ہوئے ہیں کہ ذہن مذکورہ دونوں شاعروں کی طرف جاتا ہے۔ اس شعر کے بعض الفاظ پڑھنے میں نہیں آتے:

تاثیر سے نہ پلٹے فانوس . . . . شمع آہ
قدرت کو یہ تمنا نت درد ہے اثر سے (دیوان دوم)

(۳)

میر، گردیزی اور قائم نے جب اپنے تذکرے لکھے تو شاہ قدرت دہلی میں تھے۔ ترک قیام دہلی کی اطلاع سب سے پہلے ابوالحسن امراللہ نے دی ہے:

"وطن اصلی وے دہلی است۔ از برہمیٔ اطوار روزگار و ناشناسی امرائے آں

۱۔ مسائل تصوف از میکش اکبر آبادی، علی گڑھ ۱۹۷۴ء، ص ۱۲۷
۲۔ سر دلبراں، از شاہ سید محمد ذوقی، کراچی ۱۳۷۱ھ، ص ۱۹
۳۔ ایضاً، ص ۲۰

دیار ترک زاد بوم نمودہ ۔ ۔ ۔ ۔'' (مسرت افزا ، ص ۱۷۳)

خوب چند ذکا کا بیان ہے کہ ''در ہنگامۂ افاغنہ ابدالی از دہلی رخت سفر بستہ ۔ ۔ ۔ ۔'' (عیار الشعرا) ۔ قاسم نے بھی یہی بات لکھی ہے ۔ ابدالیوں نے ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۷ء) میں دہلی کو تاراج کیا تھا ۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ شاہ قدرت نے اسی سال یا اس سے اگلے سال دہلی کو خیرباد کہا ہوگا ۔

عام طور پر تذکرہ نگاروں نے یہ لکھا ہے کہ شاہ قدرت دہلی سے نکل کر مرشد آباد گئے ، لیکن یہ درست نہیں ۔ وہ پہلے لکھنئو اور پھر عظیم آباد گئے تھے ۔ مرشد آباد ان کے سفر کی آخری منزل تھا ۔ میر حسن نے لکھا ہے کہ انھوں نے ایک بادشاہ قدرت کو لکھنئو میں دیکھا تھا ۔ میر حسن پہلی مرتبہ جمادی الاول ۱۱۷۹ھ میں لکھنئو گئے اور کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد فیض آباد چلے گئے ۔ دوسری مرتبہ وہ ۱۱۸۹ھ کے آخر یا ۱۱۹۰ھ کے شروع میں لکھنئو آئے اور پھر یہیں رہے ۔[1] تذکرہ میر حسن ۱۱۸۹ھ تک مکمل ہو چکا تھا ۔[2] اس لیے گمان غالب ہے کہ میر حسن نے شاہ قدرت کو ۱۱۷۹ھ [۱۷۶۵-۶۶ء] میں لکھنئو میں دیکھا ہوگا ۔ شاہ قدرت ۱۱۷۱ھ میں جب دہلی سے سیدھے لکھنئو آئے یا کہیں اور بھی گئے ؟ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ لکھنئو چھوڑنے کی قطعی تاریخ بھی متعین نہیں کی جا سکتی ، البتہ ایک حد مقرر کی جا سکتی ہے ۔ میر حسن ہی اس سلسلے میں رہنمائی کرتے ہیں ۔ وہ لکھتے ہیں : ''شنیدہ ام کہ میر مذکور الحال در مرشد آباد استقامت دارد'' (تذکرۂ شعرائے اردو ، میر حسن ، ص ۱۳۳) ۔ اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شاہ قدرت ۱۱۸۹ھ [۱۷۷۵-۷۶ء] (سال تکمیل تذکرۂ میر حسن) سے قبل لکھنئو چھوڑ چکے تھے ۔

شاہ قدرت لکھنئو سے نکل کر عظیم آباد پہنچے ۔ شورش نے اپنے تذکرے (سال تالیف ۱۱۹۱ھ) میں لکھا ہے کہ ''حسب اتفاق بہ عظیم آباد آوردند'' (دوم ، ص ۱۴۸) اس جملے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ عظیم آباد میں شاہ قدرت کا قیام مختصر تھا اور جب شورش نے اپنا تذکرہ لکھا تو وہ وہاں موجود نہ تھے ۔ وہ اتفاقی طور پر آئے اور اس اتفاق کا سبب یہ ہے کہ عظیم آباد ، لکھنئو اور مرشد آباد کے راستے میں پڑتا ہے ۔ شورش نے عظیم آباد کے شعرا کے بارے میں تفصیلات دی ہیں ، لیکن شاہ قدرت کے بارے میں اتنا بھی نہیں بتایا کہ وہ عظیم آباد سے کہاں گئے ۔ اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مختصر قیام کی وجہ سے شاہ قدرت عظیم آباد

---

۱ ۔ مثنویات میر حسن ، مرتبہ ڈاکٹر وحید قریشی ، لاہور ۱۹۶۶ء ، مقدمہ ، ص ۱۰ و ۱۲ ۔

۲ ۔ ایضاً ، ص ۱۲ ۔

کے شعرا اور ادبی حلقوں سے ربط قائم نہ کر سکے ۔

اوپر کی سطور میں میر حسن کا وہ بیان درج کیا جا چکا ہے جس میں شاہ قدرت کے مقیم مرشد آباد ہونے کا ذکر ہے ۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۱۱۸۹ھ (سال تالیف تذکرۂ میر حسن) سے قبل ہی شاہ قدرت لکھنئو چھوڑ کر ، عظیم آباد میں ٹھہرتے ہوئے مرشد آباد پہنچ چکے تھے ۔

یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے ۔ مصحفی نے تذکرۂ ہندی میں لکھا ہے ۔ ''بہ طرف عظیم آباد قیام دارد'' (ص ۱۷۷) تذکرۂ ہندی کا سال تالیف ۱۲۰۰-۱۱۹۹ھ اور ۱۲۰۹ھ [۹۵-۱۷۸۴ء] کے درمیان ہے۔ مصحفی نے ترجمۂ قدرت لازماً قدرت کی وفات (۱۲۰۵ھ/۹۱-۱۷۹۰ء) سے پہلے لکھا ہوگا ۔ مصحفی کے بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاہ قدرت ۱۲۰۰-۱۱۹۹ھ اور ۱۲۰۵ھ کے درمیان عظیم آباد میں تھے ۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہو سکتی ۔ ۱۱۸۹ھ کے بعد شاہ قدرت کے مرشد آباد سے عظیم آباد یا کہیں اور جانے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ۔ اس کے برعکس مذکورہ سنہ کے بعد ان کے مرشد آباد میں موجود ہونے کی کم از کم دو شہادتیں موجود ہیں ۔ ابوالحسن امر اللہ (صاحب مسرت افزا) ۳-۱۱۹۲ھ میں جب مرشد آباد گئے ہیں تو شاہ قدرت وہاں سے پہلے موجود تھے[۱] ۔ علی ابراہیم خاں لکھتے ہیں ۔ ''الحال کہ سال یک ہزار و یک صد و نود و شش باشد بامداد اکابر آں دیار [مرشد آباد] بسر می برد'' (گلزار ابراہیم ، ص ۳۶۰) ۔ مصحفی نے کسی غلط فہمی کی بناء پر شاہ قدرت کو مقیم عظیم آباد لکھ دیا ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مصحفی کے پیش نظر شورش کا بیان ہو اور ترجمہ قدرت لکھتے وقت انہوں نے یہ تصور کر لیا ہو کہ شاہ قدرت ابھی تک عظیم آباد میں ہوں گے ۔

مصحفی نے شاہ قدرت کے دہلوی ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ، صرف قیام عظیم آباد کا ذکر کیا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصحفی کے اس بیان سے یہ غلط فہمی پھیلی کہ شاہ قدرت عظیم آبادی تھے ۔ شیفتہ نے اس کی تردید کی ہے ۔ ''آناں کہ اورا از عظیم آباد دانستہ اند غلط کردہ اند'' (گلشن بے خار، ص ۱۵۸) ۔ خویشگی نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے ۔ ''نسبت توطن عظیم آباد کسے کہ باو کردہ قدم براہ غلط سپردہ (گلشن ہمیشہ بہار ، ص ۲۵۷) لیکن یہ غلط فہمی دور نہ ہو سکی اور صاحب روز روشن نے انہیں ''عظیم آبادی موطن'' ہی لکھا ۔

۱۔ مقالہ ''تذکرۂ مسرت افزا'' از قاضی عبدالودود ، سہ ماہی 'اردو' کراچی اپریل ۱۹۶۸ء ، ص ۸

(۴)

شاہ قدرت کی وفات کے بارے میں مرزا علی لطف نے کہا ہے ''شاید ۱۲۰۵ھ بارہ سو پانچ ہجری میں اس بلدے [مرشد آباد] کے اندر انتقال کیا۔ (گلشن ہند، ص ۱۳۹) ''شاید'' کا لفظ استعمال کر کے لطف نے سال وفات کی مزید تحقیق کے لیے گنجائش رکھی ہے۔ بعد کے تذکرہ نگاروں شیفتہ، کریم الدین، نساخ، صفا، نورالحسن اور علی حسن وغیرہ نے ''شاید'' کے لفظ کو نظر انداز کر کے سال وفات ۱۲۰۵ھ ہی لکھا ہے۔

اس سلسلے میں قومی عجائب گھر کراچی کے مخطوطہ دیوان قدرت کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ اس مخطوطے کے ورق اول کی پیشانی پر ''کلیم بلیغ زباں'' کے الفاظ لکھے ہیں۔ اور ان کے قریب ہی ''کلام قدرت . . . [کرم خوردہ] قدرت'' کے الفاظ لکھ کر ان کے نیچے ۱۲۰۴ھ درج کیا گیا ہے۔ ''کلیم بلیغ زباں'' مادۂ تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اعداد ۱۲۰۲ھ ہیں۔ ۱۲۰۲ھ کے مادۂ تاریخ اور ۱۲۰۴ھ کا اندراج معنی خیز ہے۔ ان سنین کی موجودگی سے پہلا خیال تو یہ ذہن میں آتا ہے کہ ۱۲۰۲ھ دیوان کے آغاز کا سال ہے اور ۱۲۰۴ھ اختتام کا۔ دوسرا خیال یہ ہوتا ہے کہ کسی نے شاہ قدرت کا مادہ تاریخ وفات لکھنے کی کوشش کی لیکن اس سے مطلوبہ سنہ برآمد نہ ہو سکا اس لیے یادداشت کے لیے مادہ لکھ دیا اور دوسری جگہ سال وفات (۱۲۰۴ھ) لکھ دیا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ۱۲۰۲ھ میں سال وفات ہو، اور کسی نے مادہ تاریخ کا خیال نہ کرتے ہوئے نام کے نیچے ۱۲۰۴ھ لکھ دیا ہو۔ بہر حال سال وفات کا قطعی فیصلہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی واضح دستاویزی ثبوت مل جائے۔ فی الحال لطف کے بیان کے مطابق یہی سمجھنا چاہیے کہ شاہ قدرت کا انتقال شاید ۱۲۰۵ھ [۱۷۹۰-۹۱ء] کے گرد و پیش ہوا۔

(۵)

شاہ قدرت نے مرشد آباد میں سولہ برس سے زائد عرصہ گزارا۔ مرشد آباد میں ان کے ذریعۂ معاش کے بارے میں علی ابراہیم خاں خلیل لکھتے ہیں: بامداد اکابر آں دیار بسر می برد'' (گلزار ابراہیم، ص ۳۶۰)۔ مبتلا کا بیان ہے کہ مرشد آباد کے ناظم کی امداد سے شاہ قدرت کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ (گلشن سخن، ص ۱۹۲) صاحب روز روشن لکھتے ہیں کہ شاہ قدرت نواب دلاور جنگ ابن مظفر جنگ کے ملازم تھے۔ روز روشن قاضی محمد صادق اختر کے تذکرے ''آفتاب عالم تاب'' کا چربہ ہے اس لیے صاحب روز روشن کے بیان کو قاضی اختر کا بیان سمجھنا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قاضی اختر کا تعلق بنگال سے تھا اور وہ وہاں کے شعرا کے حالات سے خاصی

واقفیت رکھتے تھے ، لیکن شاہ قدرت کے بارے میں ان کا بیان اس لیے معتبر نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے یہ بات کسی سے سن کر لکھی ہوگی ۔ قاضی اختر ، شاہ قدرت کی وفات سے تین چار سال پیشتر ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے تھے (''اختر'' کے اعداد سے سال پیدائش برآمد ہوتا ہے) اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ شاہ قدرت کے ذاتی طور پر واقف تھے ۔ شاہ قدرت کے قلندرانہ مزاج کے پیش نظر یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی امیر سے باقاعدہ ملازمت کا تعلق رکھیں ۔ انھوں نے خود کہا ہے :

کام جوئی در شاہاں پہ تھی ننگ قسمت
اس لیے فقر نے بخشا دل ناکام ہمیں (دیوان اول)

ہاں یہ ممکن ہے کہ نواب دلاور جنگ یا بعض دوسرے امراء ان کی مالی مدد کرتے ہوں ۔

عشقی نے مرزا محمد عسکری عیش کو شاہ قدرت کا دوست لکھا ہے ۔ (تذکرۂ عشقی ، دوم ، ص ۸۵) عیش کے بارے میں علی ابراہیم خاں خلیل لکھتے ہیں :

''. . . . خلف مرزا علی نقی شہر امین است کہ کہ مدتے از جانب نواب حسین قلی خاں بخدمت شہر امینی جہانگیرنگر [ڈھاکہ] روزگارے بعزت داشتہ و مرزا عسکری . . . . جوانیست بسیار مہذب و مودب . . . . موطنش دہلی ست اماسکنے در مرشد آباد اختیار کرد بہ بعضے خدمات آنجا میگذراند''

(گلزار ابراہیم ، ص ۳۲۶)

ممکن ہے کہ عیش بھی قدرت کی مالی مدد کرتے ہوں ۔

(۶)

شاہ قدرت کی سیرت اور کردار کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے ، اس سے ان کی بہت اچھی تصویر نظروں کے سامنے ابھرتی ہے ۔

میر حسن : ''بلند پایہ و قوی مایہ ، درویش خصلت . . . . درویش وضع ، خلیق طبع ، رتبہ قدرش وسیع . . . . مردے خوب است ۔''

علی ابراہیم خلیل : در آشنا پرستی و آزادہ حالی از اماثل خویش ممتاز ۔''

عشقی : مردے درویش صورت ، خوش سیرت . . . . اوقات شریف بصوم و صلواۃ و عبادات ایزدی کہ شیوۂ رضیہ بزرگان است صرف می نمود ۔''

قاسم : ''مرد درویش نہاد ، والا نژاد ، آزاد منش ، پاکیزہ روش ، ذکی الطبع ، صاحب فکر سلیم ، قویم الفکر ، سالک طبع مستقیم بود ۔''

کریم الدین : ''قدرت اپنی اچھی خصلت اور صاحب دلی اور وفاداری میں مشہور تھا اور اکثر جلیل القدر فاضل اس کے دوست تھے۔''

عشقی کے بیان کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ شاہ قدرت نے آخر عمر میں قلندرانہ آزادہ روی کو چھوڑ کر عبادات کی طرف توجہ کر لی تھی۔ حضرت علی سے محبت بھی ان کے عقیدے کا بنیادی جزو تھی۔ شاہ قدرت کے دونوں دیوانوں میں ایسے کئی اشعار ملتے ہیں جن میں حضرت علی سے بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً :

منظور مثل سرمہ ہے ہر شیخ و شاب کا
قدرت ہوا جو خاک رہِ بو تراب کا

یا علی تم سے تمنا ہے یہ قدرت کو بہ دل
جائے دیں پاؤں تلے شاہ شہیداں مجھ کو

دفتر میں مُہہ فلک کے سماوے نہ اس کا وصف
قدرت کی تجھ سے جو کہ مدد یا علی ہوئی

(۷)

بعض تذکرہ نگار شاہ قدرت سے ذاتی واقفیت رکھتے تھے۔ قائم اور میر حسن کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ میر حسن نے انھیں ایک بار لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں دیکھا تھا۔ مست بنارسی (صاحب ریاض الوفاق) نے اپنے بچپن میں شاہ قدرت کو ایک مرتبہ دیکھنے کا ذکر کیا ہے۔ علی ابراہیم خاں خلیل کے بھی ان سے مراسم تھے۔ خلیل نے لکھا ہے کہ ''بایں خاکسار اخلاص و اتحاد دارد'' ابوالحسن امراللہ لکھتے ہیں : ''مولف وقت ورود مرشد آباد از او استدعا اشعار نمودہ، چند ابیات طبع زاد بدست خود ارقام نمودہ ارسال کرد۔ از عوائق چند تلافی جسمانی نشد'' (مسرت افزا، ص ۱۷۳) واضح رہے کہ ابوالحسن امراللہ کو شاہ قدرت نے اپنے ''چند'' اشعار بھیجے تھے، لیکن مطبوعہ مسرت افزا میں صرف ایک شعر ہے۔

(۸)

شاہ قدرت کی ازدواجی زندگی کے بارے میں تذکروں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا صرف ایک بیٹے کا ذکر تذکروں میں آیا ہے جس کا نام میر مبارک علی اور تخلص والہ تھا۔ والہ کا ذکر سب سے پہلے میر حسن نے کیا ہے اور یہ لکھا ہے :

''میر مبارک علی ولد شاہ قدرت اللہ قدرت ، پیش پدر خود در مرشد آباد سکونت دارد'' (شعرائے اردو ، ص ۱۸۹) - ذیل کا شعر میر حسن نے بطور نمونۂ کلام درج کیا ہے :

ہوئی ہے مشتعل میرے دل بے تاب میں آتش
نہ دیکھی تھی کسی نے اب تلک سیماب میں آتش

میر حسن نے چونکہ شاہ قدرت کو ''میر'' لکھا تھا ، اس لیے ان کے بیٹے کو بھی ''میر'' بنا دیا - بعد کے تذکرہ نگاروں نے (بہ استثنائے ابوالحسن امر اللہ) والہ کو ''میر'' ہی لکھا ہے - ابوالحسن امراللہ مرشد آباد گئے تو وہ شاہ قدرت سے ملے نہ ان کے بیٹے سے - انھوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے :

'' . . . . جوانیست والا نژاد ، وقت تالیف مسموع شدہ بود کہ والہ تخلص دارد و بعد از آں از نواب علی ابراہیم خاں خلیل بہ تحقیق رسیدہ کہ والہ می کند . . . . قابل و آشنا پرست، والۂ تلاش معانی و شیفتۂ فکر خوش بیانی -'' (مسرت افزا ، ص ۳۳-۲۳۲)

ابوالحسن امراللہ نے والہ کے چند شعر درج کیے ہیں ، جو یہ ہیں :

ستمگر سے ہوا دل سرد میرا نہیں پوچھے ہے ہرگز درد میرا
مرے اس درد دل کی قدر جانے جو پیدا ہو کوئی ہمدرد میرا

آج اس دھج سے مرے قتل کو آتا ہے شوخ
تیغ لے ہاتھ میں اور باندھے کمر میں دامن

تب فراق مری جان کو جلاتی ہے اے میری جان شتاب آ کہ جان جاتی ہے

روئے سب میرے حال پر لیکن ایک وہ شوخ چشم تر نہ ہوا

یار غیروں کا ہوا یار خدا خیر کرے ہم کو دینے لگا آزار خدا خیر کرے

شورش نے والہ کے بارے میں کوئی نئی اطلاع نہیں دی (تذکرۂ شورش ، دوم ، ص ۳۱۶) انتخاب کلام میں چھ شعر تو وہی ہیں جو مسرت افزا میں ملتے ہیں باقی چھ شعر یہ ہیں :

گل رعنا ہے گلزار جہاں کا یہ اشک سرخ و رنگ زرد میرا

میرے ہوں یا دشمن کے مرے ، خواہ کسی کے
دشمن نہ ہوں یہ دیدۂ تر آہ کسی کے

قصہٗ زلف کو بہت چاہا مختصر ہووے مختصر نہ ہوا

کیا کرے گا رہ کے تو والہ یہاں ساتھ کے جتنے تھے سب ہمدم چلے

ان دنوں تھم رہے ہیں ہائے سرشک لخت دل تو ہی آ بجائے سرشک

خواب غفلت سے ٹک اک چونک تو اب اے والہ
آج بالیں پہ ترے اس کے قدم آتے ہیں

علی ابراہیم خلیل نے والد کے بارے میں یہ نئی اطلاع دی ہے کہ : ''از علوم ظاہر اصلاً بہرہ مند نیست اما بمحض موزونیت طبع و فیض صحبت شاہ . . . . [قدرت] ریختہ می گوید'' - (گلزار ابراہیم ، ص ۲۵۶) خلیل نے والہ کا ایک شعر بطور انتخاب کلام درج کیا ہے ، اور یہ وہی ہے جو میر حسن کے تذکرے میں ملتا ہے -

مبتلا نے والہ کے متعلق لکھا ہے - ''از صحبت والد ماجد خویش انشائے ریختہ می نماید و در مرشد آباد بسر می برد - مرد صاحب درد است'' (گلشن سخن ، ص ۲۵۶) - مبتلا نے والہ کا جو انتخاب کلام دیا ہے ، ان میں سے چار شعر مختلف تذکروں کے حوالے سے اوپر درج کیے جا چکے ہیں ، بقیہ یہ ہیں :

ہجر ترا بسکہ نظر میں رہا اشک سدا دیدۂ تر میں رہا

جی ہی جاتا رہا محبت میں دل کا دینا تو درکنار رہا

اسی حسرت میں مر گیا والہ تو نے اس کو نہ یک نظر دیکھا

روز و شب آنکھوں میں ہی رہتے ہیں
دیکھو اے مردماں وفائے سرشک

در پر ترے بیٹھ رو گئے ہم تھے دیدۂ تر سو کھو گئے ہم
یک بار بھی گھر سے تو نہ نکلا سو بار تو در پہ ہو گئے ہم

دیکھی نہ سحر ہم نے، رہی شام جہاں ہیں
جب سے ہے تری زلف سیہ فام جہاں میں

جس گھڑی موج پہ یہ دیدۂ نم آتے ہیں
اشک اور لخت دل اس وقت بہم آتے ہیں

پہلو میں رہا نہ تجھ بن اک دم بھلا رہے ہم ہزار دل کو
گر تو ہی نہ ہووے بر میں ظالم آوے کیوں کر قرار دل کو

جس نے کل قتل کیا تھا غرض اک عالم کو
آج پھر کھینچے ہے تلوار خدا خیر کرے

اُس سنگ دل کے دل میں نہ ذرہ اثر کرے
وہ آہ جو کہ چرخ کو زیر و زبر کرے

دل کو مدت سے کیا ہے مسکینی (؟) جان بھی حاضر ہے اگر چاہیے

تیری محفل میں زبس کثرت مے نوشی ہے جام و مینا میں اسی واسطے سرگوشی ہے

عشقی نے والہ کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے۔ ”جوانے خوش ذہن و موزوں طبع است۔ گاہ گاہ بنظم ریختہ می پردازد“ (تذکرۂ عشقی، دوم، ص ۳۱۷)۔ انتخاب کلام پانچ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ اشعار اوپر کے درج شدہ اشعار میں شامل ہیں۔

حیدری نے بھی والہ کے بارے میں کوئی نئی بات نہیں لکھی۔ بلکہ اُس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ والہ، شاہ قدرت کے بیٹے ہیں (گلشن ہند، ص ۹۸)۔ گلشن ہند کے مرتب ڈاکٹر مختار الدین احمد نے ترجمہ والہ کے حاشیے میں خوب چند ذکا کے حوالے سے لکھا ہے کہ والہ ۱۲۳۹ھ میں لکھنئو سے دلی تحصیل علم کے لیے آئے۔ انھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ذکا نے جس والہ کے بارے میں یہ بات لکھی ہے وہ شاہ قدرت کا بیٹا نہیں کوئی اور شاعر ہے۔ یہ سامنے کی بات ہے کہ جو شخص ۱۱۸۹ھ (سال تالیف تذکرۂ میر حسن) میں بطور شاعر مشہور ہو چکا ہو اُسے ۱۲۳۹ھ میں یعنی پچاس برس بعد تحصیل علم کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے اور

پھر والہ کا لکھنئو یا دہلی میں قیام کرنا بھی ثابت نہیں ہے - یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ذکا نے جو شعر والہ کے نام سے لکھے ہیں ، وہ کسی تذکرے میں والہ ابن شاہ کے قدرت کے نام سے نہیں ملتے -

(۹)

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ، شاہ قدرت کا سال پیدائش ۱۱۲۵ھ کے قریب ہے ، لیکن بحیثیت شاعر انھیں شہرت اُس وقت ملی جب اُن کی عمر پچّاس برس کے لگ بھگ تھی - اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے خاصی عمر گزرنے کے بعد شاعری کی طرف توجہ کی - اس کی تائید قائم کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ شاہ قدرت عنفوان شباب میں مخبوط الحواس ہوگئے اور پھر فقیروں درویشوں کی صحبت میں پڑ گئے - ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں شاعری کی طرف وہ کیسے دھیان دیتے - میر نے جب اپنا تذکرہ لکھا تو اُس وقت شاہ قدرت کی عمر چالیس برس کے قریب تھی - میر شاہ قدرت کو شاعر نہیں مانتے تھے - انھوں نے شاہ قدرت کا ذکر کیا تو ہے مگر بادل ناخواستہ -

''اگرچہ عاجز[1] سخن است لیکن برائے خاطر میر عارف کہ از یاران درست فقیر است نوشتہ شد'' - (نکات الشعرا ، ص ۱۵۳)

میر حسن نے بھی لکھا ہے کہ قدرت کی شاعری کا زمانہ وہ نہیں ہے جو ہونا چاہیے - ''اگرچہ از سلک متوسطین است لیکن شہرۂ اشعارش در متاخرین اشتہار داشتہ'' (تذکرۂ شعرائے اردو ، ص ۱۳۳) - میر حسن نے متوسطین میں خان آرزو ، آبرو ، بیان ، پیام ، تاباں ، شاہ حاتم ، خاکسار ، میر درد ، سودا ، سوز ، میر ضیا ، عزلت ، میر شمس الدین فقیر ، قائم ، مرزا مظہر جانجاناں اور میر تقی میر وغیرہ کو شامل کیا ہے -

شاعر کی حیثیت سے دیر میں شہرت حاصل کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاہ قدرت جب تک دہلی میں رہے انھوں نے اپنے غیر ادبی مشاغل کی وجہ سے ادبی محفلوں اور مشاعروں وغیرہ سے کنارہ کشی اختیار کی ہوگی - بعد میں لکھنئو پہنچ کر یہ صورت حال باقی نہ رہی اور وہ مشاعروں میں شرکت کرنے لگے - میر حسن نے لکھنئو میں انھیں ایک مشاعرے ہی میں دیکھا تھا -

---

۱- کلب علی خان فائق نے ''عاجز سخن'' کا مطلب ''نو عشق'' لکھا ہے - یہ درست نہیں ہو سکتا - (حاشیہ بہ ترجمۂ قدرت ، گلشن بے خار ، لاہور ، ۱۹۷۳ء ، ص ۲۰م) - ''عاجز سخن'' کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ایسا شخص جو شعر کہنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو -

(۱۰)

میر حسن کی تقلید میں عشقی ، سرور اور قاسم نے شاہ قدرت کو میر شمس الدین فقیر کا شاگرد لکھا ہے (سرور و قاسم نے ترجمہ ثانی میں انھیں عارف کا شاگرد بتایا ہے ۔ اس کا ذکر آگے آئے گا) میر حسن چونکہ شاہ قدرت سے کسی حد تک ذاتی طور پر واقف تھے ، نیز شاہ قدرت اور میر شمس الدین فقیر کی قرابت قریبہ بھی ظاہر ہے ، اس لیے یہ ماننے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا کہ شاہ قدرت نے شاعری میں میر فقیر سے اصلاح لی ہوگی ۔ بعض تذکروں (سخن شعرا ، شمیم سخن ، طور کلیم ، بزم سخن) میں انھیں قاسم صاحب مجموعۂ نغز کی تقلید میں مرزا مظہر جان جاناں کا شاگرد لکھا گیا ہے ۔ قاسم نے لکھا ہے کہ شاہ قدرت پہلے میر شمس الدین فقیر کے شاگرد ہوئے اور بعد میں مرزا مظہر جان جاناں کے ۔ مرزا مظہر کی شاگردی کا معاملہ محتاج ثبوت ہے ۔ قاسم کا تذکرہ معاصر شہادت کی حیثیت رکھتا ہے اور نہ وہ شاہ قدرت سے ذاتی طور پر واقف تھے ، اس لیے اُن کا بیان قابل قبول نہیں ہو سکتا ۔ نساخ نے شاہ قدرت کو مرزا مظہر جان جاناں اور جعفر علی حسرت دونوں کا شاگرد بتایا ہے ۔ یہی بات طور کلیم اور بزم سخن کے مصنفوں نے لکھی ہے ۔ نساخ کو شاید اس لیے غلط فہمی ہوئی کہ حسرت کے ایک شاگرد میر قدرت اللہ رخصت تھے ۔ (تذکرۂ عشقی ، اول ، ص ۱۷۳) نام کی یکسانیت کی بنا پر انھوں نے شاہ قدرت کو حسرت کا شاگرد لکھ دیا ۔ ویسے بھی حسرت ، شاہ قدرت سے عمر میں چھوٹے تھے اور شاہ قدرت ، اُن سے پہلے بطور شاعر متعارف ہو چکے تھے ۔ نساخ کی تقلید میں خم خانۂ جاوید (دوم ، ص ۴۰۹) اور مقدمہ کلیات حسرت (از ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی) میں بھی قدرت کو شاگرد حسرت لکھا گیا ہے ۔

خوب چند ذکا نے میر تقی میر کے محولہ بالا بیان کی بنیاد پر ''از یاران و شاگردان محمد عارف'' لکھا ہے ۔ سرور و قاسم نے بھی تراجم ثانی میں قدرت کو عارف کا شاگرد بتایا ہے ۔ یہ درست نہیں ۔ میر عارف کی خواہش پر میر تقی میر نے ترجمۂ قدرت اپنے تذکرے میں شامل کیا تو اس کا مطلب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قدرت عارف کے شاگرد تھے ۔ اوپر کی سطور میں میں نے کہیں لکھا ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں نے شاہ قدرت کا ترجمہ دو دو مرتبہ لکھا ہے اور دونوں تراجم کو الگ الگ شعرا سے متعلق قرار دیا ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعد کے تذکرہ نگاروں نے میر کے تذکرے میں مندرج ترجمۂ قدرت کو شاہ قدرت سے الگ شاعر کا ترجمہ سمجھا ۔ شاہ قدرت کو بعد میں جو شہرت حاصل ہوئی ، اس کی بناء پر ان تذکرہ نگاروں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ قدرت جو بقول میر

"عاجز سخن" تھا ، شاہ قدرت سے الگ شاعر ہے -

(١١)

شاہ قدرت فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے - اُن کی فارسی گوئی کا ذکر میر حسن اور علی ابراہیم خان خلیل نے کیا ہے۔ بعد کے تذکروں ریاض الوفاق اور روز روشن میں فارسی نمونۂ کلام بھی ملتا ہے - اپنے زمانے کے رواج کے مطابق شاہ قدرت نے ابتدائی مشق سخن فارسی ہی میں کی ہوگی - میر شمس الدین فقیر کی قرابت کی وجہ سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے - فقیر جو فارسی کے مشاہیر شعرا میں سے تھے ، اُن سے شاہ قدرت نے فارسی کلام ہی میں اصلاح کی ہوگی - شاہ قدرت کے جو شعر فارسی اب محفوظ رہ گئے ہیں، وہ تعداد میں صرف سات ہیں ، جو یہ ہیں :

دل از برائے او طپد و من برائے دل　　دل در قفائے او رود و من قفائے دل
قربان آن نگہ کہ دل من ہلاک اوست　　دارم طمع نگاہ دگر خوں بہائے دل
رخصت نمی دھند کہ تا بر مراد خویش　　دستے بدل نہیم و نگوییم ہائے دل
قدرت بگو چہ شد کہ زبانم سرایتو　　در گوش ما نمی رسد امشب صدائے دل
(ریاض الوفاق ، ص ۷۸)

ز فیض نم چشم گریان ما　　بود دامن ابر ، داسان ما
گناہے کہ از خلق نا کردہ ماند　　قضا بستہ آنہم بداماں ما

ذوق بلا کشی ہا ، سدِّ رہِ بلا شد　　سنگِ جفائے طفلاں آخر حصار ماشد
(روز روشن ، ص ۵۳-۶۵۲)

(١٢)

شاہ قدرت کی شاعری کے بارے میں تقریباً سبھی تذکرہ نگاروں نے اچھی رائے کا اظہار کیا ہے -

گردیزی :

"بر سخن قدرت دارد" (ریختہ گویان ، ص ۱۲۶)

میر حسن :

"- - - - - شیوۂ معانیش بدیع ، سمند نظمش در میدان فارسی و ہندی چالاک و چست و تصویر بے نظیر معانیش در استخوان بندیٔ الفاظ درست"
(تذکرہ شعرائے اردو ، ص ، ۱۳۳)

شورش :

در شعر طرز خاص دارند'' ۔ (تذکرۂ شورش دوم ، ص ۱۴۸) ۔

ابوالحسن امر اللہ :

در فن شاعری کمال دارد و در مضمون بندی فکرت لازوال ۔ قادر قدرت قدر و قیمت سخن وے در چشم نقادان بازار سخنوری افزودہ و بقدرت زبان آوری بر قادر اندازان میدان فصاحت ابواب حیرت کشودہ'' (مسرت افزا ، ص ۷۳-۱۷۲) ۔

علی ابراہیم خان خلیل :

''در نظم ریختہ اقتدار و شستگی و برشتگی کلام بسیار دارد و شعر فارسی بدرستی می گوید'' (گلزار ابراہیم ، ص ۳۵۹) ۔

مردان علی مبتلا :

''زبدۂ نکتہ سنجان و خلاصۂ سخنوران معاصرین خویش است ، در تنظیم ریختہ معنی بندی و فصاحت از دست نمی دہد ۔ غرض سخنور صاحب اقتدار بلاغت شعار است'' ۔ (گلشن سخن ، ص ۱۹۲) ۔

مصحفی :

''شخص کہنہ مشق و با قوت و قدرت است'' (تذکرۂ ہندی ، ص ۱۷۷) ۔

خوب چند ذکا :

''شاعر شیریں کلام ، خوبی التیام ۔ ۔ ۔ بسیار عالی طبع ، فصیح بیان ، بغایت تیز ذہن بلاغت نشان داشت ۔ قدرتش از بازوئے شعرش پیدا و زور طبیعتش از سخنش ہویدا'' (عیار الشعرا) ۔

عشقی :

''در طرز ریختہ قدرتے و بہ نظم فارسی نیز مہارتے داشت ۔ کلامش از شستگی و رفتگی خالی نیست'' ۔ (تذکرۂ عشقی ، دوم ، ص ۱۴۹) ۔

مرزا علی لطف :

''صاحب مذاق تھے چاشنی درد و تاثیر کے ۔ نظم ریختہ میں ذہن رسا رکھتے تھے ۔ خاطر سخن گستر اور طبع معنی آشنا رکھتے تھے ۔ طرز مضمون آفرینی سے ماہر ، ادراک شکستگی و برشتگی کلام سے آن کے ظاہر ۔ ۔ ۔ تازہ کرنے میں مضمون اپنے ہم عصروں میں ممتاز اور صفائی میں بندش کی نازک خیالوں سے ہند کے دمساز'' ۔ (گلشن ہند ، ص ۱۳۸) ۔

سرور :

شاعر زبردست ، پرقوت ، اشعارش یکدست با مضامین برجستہ و معانی دل پسند

و عباراتے رنگین و الفاظ مربوط زیب صفحۂ ایام است و پسند خاطر معنی شناسان سخن رس ـ طرز شعر گوئیش با ہیچ یک شاعرے نہ می ماند، بہ روش خود بہ وضع معقول علیحدہ چاشنی معنی دارد ـ نمکینئی مضمونش ذایقہ بخش حلاوت کام و زبان سخن سنجان ، غرض کہ استاد وقت خویش'' (عمدۂ منتخبہ ، مخطوطہ قومی عجائب گھر کراچی ، ورق ۱۰۸ ، الف) ـ

قاسم :

شاعرے بود بسیار خوش فکر ، فصیح زبان ، نہایت سیر مشق ، بلاغت نشان ، زور طبعش از زادہائے طبع بلندش پیداست و قوت فکرش از اشعار آبدار ریختہ فکر ارجمندش ہویدا'' (مجموعۂ نغز ، دوم ، ص ۱۲۳) ـ

خیراتی لال بے جگر :

'' ـ ـ ـ در شعر و شاعری قدرت کثیر داشت و مہارتی خارج از تحریر ـ ـ ـ او شاعر کہنہ مشق بود فکری کہ میکرد حقِ ادا بندی بخوبی از وی ادا می شد'' ـ (تذکرۂ بے جگر) ـ

شیفتہ :

''از نکتہ سنجان مشہور است ـ ـ ـ در شاعری قدرت و قوتِ عظیم دارد ـ عمرے برسر مشق بودہ ـ طبع رسا داشتہ ـ اشعار خوش ادا گفتہ'' ـ (گلشن بے خار ، ص ۱۵۸) ـ

سعادت خان ناصر :

سخن میں اُس کے نہایت متانت ـ ـ ـ ہر شعر نایاب ، ہر مصرع انتخاب ہے'' (خوش معرکۂ زیبا ، اول ، ص ۱۷۶) ـ

کریم الدین :

''یہ بڑا قوی اور فصیح شاعر ہے ـ ـ ـ اس کے شعر پرانے شاعروں کے مشابہ ہوتے ہیں ـ خصوصاً عبارت اس کی سلیس اور شستہ ہے ـ ـ ـ اس کا شعر بھی بامزہ ہے'' (طبقات الشرائے ہند ، ص ۱۶۳) ـ

مظفر حسین صبا :

''در نظم فارسی و اردو مہارتے نیکو داشت'' (روز روشن ، ص ۶۵۲) ـ

(۱۳)

شاہ قدرت کی ایک غزل ایسی بھی ہے جو ایک زمانے میں بہت مشہور رہی ہے ـ میر حسن اور مصحفی نے یہ پوری غزل اپنے تذکروں میں درج کی ہے ـ میر حسن نے اس غزل کو ''مشہور عالم'' کہا ہے اور مصحفی نے لکھا ہے کہ

یہ غزل ''برالسنہ صغیر و کبیر جاریست و شہرت تمام دارد'' (تذکرۂ ہندی ، ص ۷۷-۱۷۸) - بے جگر نے بھی مصحفی کے قول کو دہرایا ہے -'' ایں غزلِ قدرت ازبس شہرت دارد و برالسنہ صغیر و کبیر جاریست''۔ (تذکرۂ بے جگر) - ذیل میں یہ غزل دیوانِ قدرت (مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان) سے نقل کی جاتی ہے :

کس کی نیرنگی یہ برق خاطر مایوس ہے
جو شرر دل سے اٹھے سو جلوۂ طاؤس ہے
حسن کو اپنے ہواداروں سے کاوش ہے مدام
ہر طپش یاں شمع کی برق دل فانوس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کر گئے
اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے
ایک ہی پردے کے گر سمجھے تو ہیں گے سب الاپ
گر صدائے بانگ ہے ور نغمۂ ناقوس ہے
کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے
کیا ہی ملک روم کیا ہی سر زمین روس ہے
گر میسر ہو تو کس عشرت سے کیجیے زندگی
اُس طرف آواز طبل ایدھر صدائے کوس ہے
صبح سے تا شام ہوتا ہے مے گلگوں کا دور
شب ہوئی تو ماہ رویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی ، اک تماشا میں تجھے
چل دکھاؤں تو کہ قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح محبوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے
یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و مکنت دنیا سے آج
کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت و افسوس ہے
کل تو قدرت پائے خم رکھتے تھے تسبیح ریا
آج رہن جام مے یہ خرقۂ سالوس ہے

اورنگ زیب کی وفات کے بعد ملکی سازشیوں اور غیر ملکی حملہ آوروں کی وجہ سے بادشاہت کا جو اعتبار اٹھا ، اور آئے دن کی قتل و غارت گری کا جو بازار گرم ہوا ، اُس نے لوگوں کو دنیا کی بے ثباتی کا ایسا نقشہ دکھایا کہ وہ ترک دنیا

ہی میں عافیت تلاش کرنے لگے ۔ ایسے عالم میں اس غزل کا شہرت حاصل کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ بے ثباتی دنیا کے مضامین سے شاہ قدرت کو خاص دلچسپی ہے ۔ ایک اور غزل میں ، مذکورہ قطعے کے مفہوم کو اس طرح بیان کیا ہے :

کل میکدہ میں مجھ کو سنائی دیا یہ حرف — جب گوشِ دل میں جانب آوازِ نے کیا
کچھ فائدہ نہیں ہے مرے یار یاد رکھ — تسخیر گو تو مملکت روم و رے کیا
آخر یہی نہ چھینے گا تجھ سے بزور چرخ — جن نے کہ برہم افسر کاؤس و کے کیا
قدرت یہ کیا خیال ہے تجھ کو نہ چاہیے — دل کو یہاں مقدرِ ہر ایک شے کیا

(۱۴)

دیوان قدرت (نسخۂ انجمن) میں ایک غزل ایسی بھی ہے جو جزوی اختلاف کے ساتھ کلیات قائم میں بھی ملتی ہے ۔ شاہ قدرت کی غزل یہ ہے :

اپنے سے ترک کوئے یار ہو سکے یہ نہ ہو سکے
ایسے مقام سے کنار ہو سکے یہ نہ ہو سکے
چشم جو عین وصل میں رہتی تھیں تشنۂ جمال
ہجر میں آن سے انتظار ہو سکے یہ نہ ہو سکے
وعدۂ سلسبیل پر ہم سے تو آج واعظا !
ترک شراب خوشگوار ہو سکے یہ نہ ہو سکے
پہلو نشیں جو تیر ہو آدمی اُس سے پھر سکے
ایسے تو دل ستی برار ہو سکے یہ نہ ہو سکے
جاوے ہے قدرت اُس جگہ تو ہی یہ ذلتیں اٹھا
اپنی تو آنکھ پھر دوچار ہو سکے یہ نہ ہو سکے

یہ غزل کلیات قائم کے انڈیا آفس اور انجمن ترقی اردو پاکستان کے نسخوں میں شامل ہے ، اور مطبوعہ کلیات (مرتبہ اقتدا حسن ، لاہور ۱۹۶۵ء) میں انھیں نسخوں سے استفادہ کرتے ہوئے شامل کی گئی ہے ۔ مطبوعہ کلیات میں پہلے دو شعر وہی ہیں جو اوپر درج شدہ غزل میں پہلے اور تیسرے نمبر پر ہیں ۔ دیوان قدرت میں درج غزل کا دوسرا ، شعر کلیات قائم میں تیسرا ہے اور اس صورت میں ہے :

چشم برہ ہوں روز و شب جیسے میں ہجر میں ترے
اور سے تو یہ انتظار ہو سکے یہ نہ ہو سکے

کلیات قائم میں چوتھا شعر جو دیوان قدرت میں نہیں ، یہ ہے :

شعلے سے گو سکون آئے برق سے اضطراب جائے
پر دل زار کو قرار ہو سکے یہ نہ ہو سکے

دیوان قدرت میں درج غزل کا چوتھا شعر ، کلیات قائم میں نہیں ۔ مقطع دونوں میں مشترک ہے ، فرق صرف یہ ہے کہ ایک جگہ تخلص قدرت درج ہے اور دوسری جگہ قائم ۔ نیز مقطعے کے مصرع اول کا لفظ کلیات قائم میں ''اٹھائے'' ہے ۔

واضح رہے کہ یہ غزل کلیات قائم کے تمام نسخوں میں نہیں ملتی ، رام پور اور کلکتے کے مخطوطات میں یہ غزل نہیں ہے (حاشیہ مرتب ، کلیات قائم ، محولہ بالا ، ص ۲۶۵) ۔ خود قائم نے اس غزل کو مخزن نکات میں شاہ قدرت کے نام سے درج کیا ہے ۔ اوپر درج شدہ غزل کے چوتھے شعر کو چھوڑ کر باقی چاروں شعر قدرت کے انتخاب کلام میں موجود ہیں ۔ ایسی صورت میں کلیات قائم میں اس غزل کی شمولیت کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہو سکتی ہے ۔

(۱۵)

شاہ قدرت کا دیوان مرتب ہونے کی اطلاع سب سے پہلے علی ابراہیم خاں خلیل نے دی ہے ۔[۱] گویا ۱۱۹۶ھ [۸۲-۱۷۸۱ء] میں جب علی ابراہیم نے ترجمۂ شاہ قدرت لکھا تھا تو یہ دیوان مرتب ہو چکا تھا ۔ مبتلا کی نظر سے بھی یہ دیوان گزرا تھا ۔ اس کا بیان ہے کہ اشعار کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ تھی ۔ (گلشن سخن ، ص ۱۹۲) شاہ قدرت کے دیوان کا ذکر بعد کے تذکرہ نگاروں میں سے کریم الدین ، محسن ، نساخ ، صفا اور صاحب طور کلیم نے کیا ہے ۔ ان میں سے بھی صرف نساخ کی نظر سے دیوان گزرا تھا ۔

یہ دیوان جس کے اشعار عام طور پر تذکروں میں ملتے ہیں ، اس کے اب تک چار نسخے دریافت ہوئے ہیں ۔ ایک نسخہ شاہان اودھ کے کتب خانوں میں بھی تھا جس کے بارے میں اشپرنگر نے صرف یہ بتایا ہے کہ اس میں غزلیات تھیں ۔[۲] معلوم نہیں یہ نسخہ اب کہاں ہے ۔ اشپرنگر نے بتایا ہے کہ اس نسخے کا آغاز اس غزل

۱۔ میر حسن نے لکھا ہے ۔ ''دیوانش بہ نظر نیامدہ'' اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ تالیف تذکرۂ میر حسن تک دیوان مرتب نہیں ہوا تھا ۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت تک دیوان نے ادبی حلقوں میں شہرت حاصل نہیں کی تھی ۔

۲۔ شاہان اودھ کے کتب خانوں کے عربی ، فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کی فہرست ، جلد اول ، کلکتہ ۱۹۵۴ء ، ص ۶۳۲

سے ہوتا ہے جس کا مطلع یہ ہے :

جز[۱] نقش پا جہاں کہ یہ مجبور رہ گیا
طاقت بھی واں سے چل گئی مقدور رہ گیا

نسخۂ انجمن ترقی اردو کراچی میں یہ ستائیسویں غزل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ شاہان اودھ کی ترتیب مختلف ہوگی، اس کا بھی امکان ہے کہ یہ نسخہ ناقص الاول ہو۔

دیوان کے جو نسخے ملتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے :

۱۔ نسخۂ کتب خانۂ بوڈلین

فہرست نمبر ۲۳۲۸ (۲۱) - یہ دیوان ایک مجموعے میں ورق ۲۰۹ سے ۲۵۶ تک ہے۔ کتابت دو کالمی ہے، فی کالم گیارہ سطور (مصرعے آمنے سامنے ہونے کی وجہ سے اسے دو کالمی کہا گیا ہے)۔ کتابت جلی نستعلیق۔ سائز $11\frac{3}{4} \times 9\frac{3}{4}$″۔ کاتب سید برکت اللہ، بمقام پٹنہ، تاریخ کتابت ۲۱ رمضان ۱۲۴۰ھ [۹ مئی ۱۸۲۵ء]۔ اس میں غزلیات اور مخمسات ہیں۔ (بوڈلین لائبریری کے فارسی، ترکی اور ہندوستانی اور پشتو مخطوطات کی فہرست، از ہرمن ایتھے، جلد دوم، آکسفورڈ ۱۸۸۹ء، ص ۹۶-۱۲۹۵)[۲]

۲۔ نسخۂ کتب خانۂ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ

اسپرنگر نے اس نسخے کا ذکر کیا ہے اور لائبریری نمبر ۱۶۴ بتایا ہے۔ صفحات ۳۳، فی صفحہ ۱۳ بیت۔ "ایک عمدہ نسخہ" (فہرست شاہان اودھ، محولہ بالا، ص ۶۳۲)

۳۔ نسخۂ قاضی عبدالودود پٹنہ

یہ نسخہ اردو کے ممتاز محقق قاضی عبدالودود صاحب کی ملکیت ہے جس کا

۱۔ "جز" سہو کتابت ہے۔ صحیح : جیوں (مطابق نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی)

۲۔ یہ مقالہ لکھا جا چکا تھا کہ دیوان قدرت نسخہ بوڈلین کا عکس دستیاب ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مذکورہ مجموعے کے ورق ۲۰۹ ب سے شروع ہوتا ہے اور ۲۴۹ الف پر ختم ہوتا ہے۔ ۲۴۹ ب سے ۲۵۶ الف تک جعفر علی حسرت کا قصیدہ (فکر میں رات پلک سے نہ لگی میری پلک) ہے۔ اس کے بعد ترقیمہ ہے۔ جس کا آغاز "تمام شد دیوان شاہ قدرت اللہ . . ." کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ گویا کاتب نے سہواً قصیدۂ حسرت کو بھی دیوان قدرت میں شامل کر لیا ہے۔ ترقیمے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کا صحیح نام "سید برکت علی" ہے۔

ذکر انھوں نے راقم الحروف کے نام اپنے مکتوب مورخہ ۱۰ جنوری ۷۵ء میں کیا ہے ۔ اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں ۔

۴۔ نسخۂ انجمن ترقی اردو پاکستان ، کراچی

یہ نسخہ انجمن ہے کے کتب خانہ خاص میں نمبر تا $\frac{۳}{۱۷۸}$ پر ہے ۔ سائز $۲۶\frac{۱}{۴} \times ۱۵\frac{۱}{۴}$ س م ۔ اوراق ۷۲ ، سطور فی صفحہ ۱۹ ، خط نستعلیق معمولی ۔ تاریخ کتابت درج نہیں ، لیکن قیاس ہے کہ یہ تیرھویں صدی ہجری کے ربع اول کا مکتوبہ ہے ۔ اس میں ۱۳۳ غزلیں ہیں جن کے اشعار کی تعداد ۷۵۷ ہے ۔ چار مخمس بھی ہیں ۔

تذکرہ نگاروں نے شاہ قدرت کے ایک ہی دیوان کا ذکر کیا ہے لیکن راقم الحروف کو ایک اور دیوان دستیاب ہوا ہے جس میں شامل کلام مذکورہ بالا معروف دیوان سے مختلف ہے ۔ بعض اشعار یا غزلیں ایسی بھی ہیں جو دونوں دیوانوں میں مشترک ہیں نیز اس نو دریافت دیوان کے بعض شعر تذکروں میں بھی ملتے ہیں ۔ اس نسخے کے مطالعے سے راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ دیوان دوم ہے جو شاہ قدرت نے اپنے زندگی کے آخری ایام میں مرتب کیا ۔ یہ نسخہ قومی عجائب گھر کراچی میں ہے اور اس کا نمبر ۱۳۹۳ء ۱۹۶۱ء ہے ۔ اوراق ۳۸ ہیں اور سائز ۲۲ × ۱۳ س م ہے ۔ اس میں ردیف وار غزلیات ہیں جو ڈ ژ ظ اوراق کے سوا باقی تمام ردیفوں میں ہیں ۔ غزلوں کے اشعار کی مجموعی تعداد ۹۱۴ ہے ۔ چھ رباعیاں بھی ہیں ۔

یہ نسخہ اس اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں جا بجا اصلاحیں اور اضافے ملتے ہے جو ظاہر ہے کہ مصنف کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا ۔ ورق ۱۶ ب کے ابتدائی تین اشعار تک یہ مخطوطہ عمدہ نستعلیق میں کسی نامعلوم کاتب کے قلم سے ہے ۔ اسی ورق سے ایک دوسرا رواں دواں شکستہ مائل خط شروع ہوتا ہے حواشی پر تمام اضافے اور اصلاحیں بھی اسی خط میں ہیں ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ ورق ۱۶ ب کی کتابت خود مصنف نے کی ہے ۔ مصنف نے پہلے یہ دیوان کسی کاتب سے نقل کرانا شروع کیا مگر بعد میں خود ہی اس کی تکمیل کی ۔ اصلاحوں اور اضافوں کا عمل مخطوطے کے تمام اوراق پر ہے ۔ مصنف نے ابتدائی اوراق کے بدست دیگر نوشتہ متن ہی میں نہیں بلکہ خود نوشتہ متن میں بھی جا بجا رد و بدل کیا ہے نیز متعدد اشعار اور بعض پوری پوری غزلیں حواشی پر اضافہ کی ہیں ۔ بعض اشعار بین السطور میں بھی اضافہ کیے گئے ہیں ۔ گویا ردیف وار

دیوان ہے لیکن کہیں کہیں ردیف کا خیال کیے بغیر بھی اشعار اضافہ کیے گئے ہیں ۔ بعض نا مکمل غزلوں کو مکمل کرنے کے لیے سادہ جگہ بھی چھوڑی گئی ہے ، اس طرح یہ دیوان ، مصنف کی بیاض کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ۔ مصنف نے جو اصلاحیں کی ہیں ، ان کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

ورق ۴ ، الف ۔ اصل : حرام اوس بےخبر پر کیفیت یہ چشم کی تیری
اصلاح : .... چشم ساقی کی

ورق ۱۶ ب ۔ اصل : حلاوت بخش دل اب تک ہے قدرت کا سخن اب تک
اصلاح : کہ بخشے ہے حلاوت دل کو قدرت کا سخن اب تک

ورق ۱۸ ب ۔ اصل : مزا جو مرگ بسمل کا ترے دیکھے مرے گرو
ووہیں رکھ دے سر حسرت دم شمشیر پر بلبل
اصلاح : مزا جو مرگ میں دیکھے ترے بسمل کا اے گرو
سر حسرت رکھے ووہیں دم شمشیر پر بلبل

اس دیوان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مکمل غزلیں کم ہیں ۔ متفرق اشعار اور مطلعوں کی تعداد زیادہ ہے ۔ اس سے یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس مخطوطے میں شاہ قدرت کا آخر عمر کا تقریباً سارا کلام موجود ہے ۔ مخطوطے کے ورق ۱ الف پر ۱۲۰۲ھ کا ایک مادہ تاریخ اور ۱۲۰۴ھ کا سنہ درج ہے ۔ اس پر اوپر بحث ہو چکی ہے ۔ اس سے بھی نسخے کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے ۔[1]

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مذکورہ دونوں دیوانوں میں شاہ قدرت کا سارا کلام نہیں ہے ۔ تذکروں میں متعدد شعر ایسے ملتے ہیں جو ان دونوں دیوانوں میں نہیں ہیں ۔ اس کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ دیوان اول کی جو نقل ہم تک پہنچی ہے ، وہ مکمل نہیں ہے ، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود شاہ قدرت نے اپنا کلام دیوانوں میں شامل نہ کیا ہو اور وہ کسی نہ کسی طرح تذکرہ نگاروں تک پہنچ گیا ہو ۔

دیوان قدرت کے بارے میں ڈاکٹر مختار الدین احمد یہ اطلاع دیتے ہیں کہ ”جناب قاضی عبدالودود صاحب نے دیوان کا تنقیدی ایڈیشن مرتب کر لیا ہے ۔ مقدمہ دیوان زیر طبع ہے ، ادارۂ تحقیقات اردو پٹنہ کی طرف سے شائع ہونے والا ہے“ (گلشن ہند از حیدری ، حاشیہ ، ص ۸۱) یہ اطلاع ۱۹۶۷ء میں دی گئی تھی لیکن تاحال یہ دیوان یا اس کا مقدمہ شائع نہیں ہوا ۔

۱۔ راقم الحروف نے اس مخطوطے پر اپنی زیر طبع کتاب ”جائزہ مخطوطات اردو“ میں مفصل بحث کی ہے ، یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے ، اسی کا خلاصہ ہے ۔

تذکروں میں شاہ قدرت کے متعدد شاگردوں کے نام ملتے ہیں ۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ میر علی امجد گریاں (شعرائے اردو ، ص ۱۴۲)
۲۔ عجائب رام منشی (شعرائے اردو ، ص ۱۶۳)
۳۔ میر حمایت علی مجنوں (مسرت افزا ، ص ۲۰۸)
۴۔ میر محمدی مائل (مخزن نکات ، ص ۱۷۸)
۵۔ علی نقی خاں انتظار (تذکرۂ شورش ، اول ، ص ۳۹)
۶۔ میر غلام حیدر خاں عاجز (تذکرۂ عشقی ، دوم ، ص ۹۰)
۷۔ میر افضل علی عرف میر جان نیاز (تذکرۂ عشقی ، دوم ، ص ۲۹۱)
۸۔ میر محمد علی غافل (مجموعہ نغز ، دوم ، ص ۲۶)

کتابیات

یہاں صرف انھیں کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں شاہ قدرت کے حالات ملتے ہیں ۔ ضمنی مباحث کے سلسلے میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ، اُن کے مکمل حوالے مقالے میں متعلقہ مقامات پر موجود ہیں ۔ کتابوں کے آخر میں ، قوسین میں اُن صفحات کے نمبر ہیں جن پر شاہ قدرت کا ذکر ملتا ہے ۔

۱۔ ابوالحسن امیر الدین احمد عرف امر اللہ الہ آبادی ۔
تذکرہ مسرت افزا ۔ مرتبہ قاضی عبدالودود ۔ پٹنہ ۔ سال طبع ندارد (ص ۱۷۲)

۲۔ ارمان ، راجہ جنم جئے متر
نسخۂ دل کشا ، حصہ اول ، کلکتہ ۱۸۷۰ (ص ۱۹۳)

۳۔ اشپر نگر ، اے
یادگار شعرا ۔ مترجم ، طفیل احمد ۔ ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد ، ۱۹۴۳ء (ص ۲-۱۶۱)

۴۔ باطن ، قطب الدین
گلستان بے خزاں ۔ مطبع نول کشور لکھنؤ ، ۱۸۷۵ء (ص ۱۹۳)

۵۔ بے جگر ، خیراتی لال
تذکرۂ بے جگر ۔ مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری ، لندن ۔ فوٹو اسٹیٹ مملوکہ ڈاکٹر وحید قریشی (در ردیف ق)

۶۔ جہاں ، بینی نرائن
دیوان جہاں ، مرتبہ کلیم الدین احمد ۔ پٹنہ ۔ سال طبع ندارد (ص ۱۹۴)

۷- حسن دہلوی ، میر
تذکرۂ شعرائے اردو ، مرتبہ مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی - دہلی ۱۹۴۰ء (ص ۱۳۳)

۸- حیدری ، حیدر بخش
گلشن ہند - مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد - دہلی ۱۹۶۷ء (ص ۸۱)

۹- خلیل ، علی ابراہیم خان
گلزار ، ابراہیم - مرتبہ کلیم الدین احمد - پٹنہ ۱۹۷۴ء (ص ۳۵۹)

۱۰- خویشگی ، نصر اللہ خان
گلشن ہمیشہ بہار - مرتبہ ڈاکٹر اسلم فرخی - کراچی ۱۹۶۷ء (ص ۲۵۷)

۱۱- رسا ، گوکل پرشاد
ارمغان گوکل پرشاد - کانپور ۱۸۹۸ء (ص ۸۳)

۱۲- سرور ، اعظم الدولہ میر محمد خان
عمدۂ منتخبہ - مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمہ فاروقی - دہلی ۱۹۶۱ء (ص ۹۴۳ ، ۵۲۶)

۱۳- شفیق ، لچھمی نرائن
چمنستان شعرا - مرتبہ مولوی عبدالحق - اورنگ آباد ، ۱۹۲۸ء (ص ۵۰۶)

۱۴- شورش عظیم آبادی
تذکرۂ شورش (شمولہ : دو تذکرے) مرتبہ کلیم الدین احمد پٹنہ- سال طبع ندارد (دوم ، ص ۱۴۸)

۱۵- شیفتہ ، مصطفیٰ خاں
گلشن بے خار ، مطبع نول کشور، لکھنو ، ۱۸۷۴ء (ص ۱۵۸)

۱۶- صبا ، مظفر علی
روز روشن - تہران ۱۳۴۳ش (ص ۶۵۲)

۱۷- صفا بدایونی ، محمد عبدالحی
شمیم سخن (اول) - مراد آباد ، سال طبع ندارد (ص ۱۸۷)

۱۸- عبدالحی ، سید
گل رعنا - اعظم گڑھ ۱۳۷۰ھ (ص ۲۰۷)

۱۹- عشق و مبتلا ، شیخ غلام محی الدین
طبقات سخن - بحوالہ بے جگر

۲۰- علی حسن خاں ، سید
بزم سخن ، بھوپال ۱۲۹۸ھ (ص ۶۹)

۲۱- قاسم ، قدرت اللہ
مجموعۂ نغز - مرتبہ حافظ محمود شیرانی ، لاہور ۱۹۳۳ء (دوم ، ص ۱۲۳ و ۱۲۵)

۲۲- قائم چاند پوری
مخزن نکات - مرتبہ اقتدا حسن - لاہور ۱۹۶۶ء (ص ۱۶۱)

۲۳- کریم الدین/ایف فیلن
طبقات شعرائے ہند - دہلی ۱۸۴۸ء (ص ۱۶۳)

۲۴- کمال ، شاہ محمد کمال
مجمع الانتخاب (مشمولہ : تین تذکرے) مرتبہ نثار احمد فاروقی - دہلی ۱۹۶۸ء (ص ۹۶)

۲۵- گردیزی ، سید فتح علی حسینی
تذکرۂ ریختہ گویاں - مرتبہ مولوی عبدالحق - اورنگ آباد ۱۹۳۳ء (ص ۱۲۶)

۲۶- لطف ، مرزا علی
گلشن ہند - مرتبہ : مولانا شبلی - مقدمہ : مولوی عبدالحق - لاہور ۱۹۰۶ء (ص ۱۳۸)

۲۷- مبتلا ، مردان علی خان
گلشن سخن - مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب - علی گڑھ ۱۹۶۵ء (ص ۱۹۴)

۲۸- محسن ، محسن علی
سراپا سخن - مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۸ھ (ص ۲۴۰)

۲۹- مست ، ذوالفقار علی
ریاض الوفاق - تلخیص شائع کردہ پروفیسر سید حسن - پٹنہ ۱۹۶۷ء (ص ۷۲) و تلخیص شائع کردہ ع- خیام پور - تبریز ۱۳۴۳ ش (ص ۷۷)

۳۰- مصحفی ، غلام ہمدانی
تذکرۂ ہندی - مرتبہ مولوی عبدالحق - اورنگ آباد ۱۹۳۳ء (ص ۱۷۷)

۳۱- میر ، میر تقی
نکات الشعرا - مرتبہ مولوی عبدالحق - اورنگ آباد ۱۹۳۵ء (ص ۱۵۳)

۳۲- ناصر ، سعادت خان
خوش معرکۂ زیبا - مرتبہ مشفق خواجہ - جلد اول ، لاہور ۱۹۷۶ء
۳۳- نساخ ، عبدالغفور خان
سخن شعرا - مطبع نول کشور لکھنؤ - ۱۲۹۱ھ (ص ۳۸۳)
۳۴- نساخ ، عبدالغفور خان
قطعۂ منتخب - مطبع نول کشور لکھنؤ - ۱۲۹۲ (ص ۶۲ ، ۱۰۱)
۳۵- نورالحسن خاں ، سید
طور کلیم - بھوپال ۱۲۹۸ھ (ص ۸۰)
۳۶- ہاشمی ، ڈاکٹر نورالحسن
دلی کا دبستان شاعری - کراچی ۱۹۶۶ء (ص ۲۵۵)